جلد قرار دی گئی ہے۔ بعد ازاں یہ جدت اختیار کی گئی ہے کہ جولائی تا دسمبر کے چھ شماروں کو ایک جلد اور جنوری تا جون کے شماروں کو دوسری جلد قرار دیا گیا ہے اسطرح معارف کی مجموعی طور پر ۱۷۵ جلدیں متعارف کرائی گئی ہیں۔ نیز اشاریہ کے ص ۱۶۲ سے ص ۱۷۵ تک وپسٹری کی غلطی سے صفحات آگے پیچھے ہوگئے ہیں جنہیں آئندہ اشاعت میں درست کیا جاسکتا ہے، اسی طرح شروع میں حسنی کے دیوان سے جو شعر تحریر کیا گیا ہے اس میں والیلل کی ایک لام کو حذف کردیا گیا ہے۔

بہر حال ارباب علم و دانش کی طرف سے معارف اعظم گڑھ کے اشاریہ کی ترتیب، تدوین اور تخریج جیسے تحقیقی وعلمی کام کی پذیرائی اور تحسین وتعریف ضرور کیا جائے گی۔ یہ کارنامہ جامعہ کراچی کے لیے بھی باعث فخر واعزاز ہے، جامعہ کراچی اور اکادمی ادبیات پاکستان اس محنت کا اعتراف کس طرح کرتے ہیں یہ مستقبل میں معلوم ہوگا، نیز اشاریہ میں اگر کہیں سہو ہوا ہے تو یہ سہیل شفیق کا حق تھا کیونکہ اتنے ضخیم، خشک اور محنت طلب کام میں چند ایک تسامحات کا وقوع پذیر ہونا بشریت کا تقاضا ہے ورنہ یہ کارنامہ سہیل شفیق کی کرامت قرار پاتا۔

مفتی محمد عثمان القاسمیؒ اور ان کا ''تذکرۃ المصنفین''

ڈاکٹر سفیر اختر

صفحات: ۳۲، قیمت: ۲۵ روپے،

اشاعت اول: ۲۰۰۶ء، ناشر: دار المعارف۔

لوسر شرفو (واہ کینٹ)

تبصرہ نگار: محمد صادق امین

محترم ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے اپنی تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرکے اتنے کمال پر پہنچا دیا ہے کہ اب مثل پارس بن گئے ہیں اور تحقیق کے جس سنگِ گراں کو ہاتھ لگاتے ہیں تو اسے سلسلۃ الذہب بنا دیتے ہیں۔ زیر نظر کتاب دراصل آپکا مفتی محمد عثمان القاسمی کی تالیف ''تذکرۃ المصنفین'' پر تبصرہ ہے مگر یہ تبصرہ بھی اس شان کا ہے کہ اس نے تبصرے کی تنگ نائیوں سے نکل کر تحقیقی مقالے کی صورت اختیار کرلی ہے اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کی مثل صادق آتی ہے۔ محترم سفیر صاحب تنقید بھی اس خوبی سے فرماتے ہیں کہ وہ نقد وتحقیق کے ماتھے کا جھومر بن جاتی ہے اور اسمیں اتنی مٹھاس اور دردمندی پائی جاتی ہے کہ جس پر تنقید کیجارہی ہو وہ اسے اپنے لیے باعث افتخار اور اصلاح وترقی سمجھتا ہے۔

''تذکرۃ المصنفین'' کے مؤلف مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے جناب محمد امداد اللہ القاسمی نے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب پر علمی سرقے کا الزام لگایا ہے۔ بقول ڈاکٹر سفیر صاحب: ''اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ جناب محمد امداد اللہ قاسمی راقم الحروف پر سرقے کا گھناؤنا الزام لگا رہے ہیں'' (صفحہ ۲۱)

جناب امداد اللہ القاسمی کا مؤقف ہے:

''حضرت والد صاحب (مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے آخر ایام زندگی میں پاکستان کے ایک مشہور قلمکار اور رائٹر حضرو ضلع اٹک کے بعض علماء کو ساتھ لے کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ عاریۃً یہ مسودہ تذکرۃ المدرسین (کذا، تذکرۃ المصنفین) مجھے دے دیں۔ میں نے امتحان دینا ہے، پھر واپس کردوں گا۔ جس پر والد صاحب نے وہ مسودہ ان کے سپرد فرمادیا کچھ عرصہ بعد آپکی وفات حسرت آیات ہوگئی لیکن مسودہ موصوف کے پاس رہا پھر اس محترم نے کرم نوازی یہ فرمائی کہ اسے اپنے نام سے شائع کروادیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جس کا مجھے دلی طور پر دکھ ہوا۔ لہٰذا قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ''تذکرۃ المصنفین'' اور اس مضمون کے اصل مؤلف حضرت مفتی محمد عثمان صاحب القاسمی ہی ہیں۔'' (صفحہ ۲۰۔۲۱)

مگر سفیر صاحب جیسا شفاف اور قابل رشک ماضی رکھنے والے محقق نے اس الزام کے باوجود متانت وسنجیدگی اور باہمی احترام کا دامن نہیں چھوڑا اور نہایت خوبی سے اپنی کتاب ''حالات مصنفین درس نظامی'' (اشاعت اول ۱۹۷۵ء) اور مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''تذکرۃ المصنفین'' (اشاعت اول ۲۰۰۵ء) میں فرق کو تاریخی شہادتوں اور دونوں کتابوں کے مواد کا مختلف پہلوؤں سے تقابلی جائزہ پیش کرکے واضح کیا ہے اور خود پر عائد ہونے والے علمی سرقے کے الزام کو غلط ثابت کیا ہے۔

تو کون ہے کیا ہے تیرا داغ قبا بھی
لوگوں نے تو مریم پہ بھی الزام تراشے

ہم ڈاکٹر صاحب کے تبصرے کے چند نمونے نقد وتحقیق میں سرگرداں افراد کی رہنمائی کے لئے پیش کریں گے تاکہ وہ شاہراہ تحقیق پر ڈاکٹر صاحب کے قائم کردہ سنگ ہائے میل کی مدد سے جستجو کا سفر سلامتی طبع اور روانی سے طے کرسکیں۔ علمی سرقے کے الزام کے حوالے سے سفیر صاحب لکھتے ہیں:

''جس مصنف کی کتاب جون ۱۹۷۵ء میں شائع ہوگئی تھی، کیا اس نے مفتی محمد عثمان قاسمی

صاحب سے ۱۹۷۶ء کے بعد ان کا مسودہ لیا اور مفتی صاحب کے دنیا سے اٹھ جانے (۱۹۸۰ء) کے بعد اپنے نام سے شائع کیا؟ کاش! الزام لگانے سے پہلے کچھ تو عقل و شعور سے کام لیا گیا ہوتا! اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہوتی!" (صفحہ ۲۲)

ایک مشہور روایت پر اس طرح نقد فرماتے ہیں:

"عبدالحکیم سیالکوٹی، حضرت مجدد الف ثانی اور نواب سعد اللہ خان (وزیر اعظم شاہجہاں) ملا کمال الدین کے شاگرد تھے، (بعض دوسرے اہل قلم نے انہیں ایک دوسرے کا ہم جماعت بھی قرار دیا ہے)۔ اگر نواب سعد اللہ خان اور حضرت مجدد الف ثانی کے سنین حیات پیش نظر رکھیں تو ان دونوں حضرات کا ملا کمال الدین سے استفادہ ممکن دکھائی نہیں دیتا"۔ (صفحہ ۱۸)

ایک حاشیہ نگار کے نام کی تصحیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"مولانا عبدالرحمٰن جامی کے معروف شاگرد جس نے "الفوائد الضیائیہ" (شرح جامی) کا حاشیہ لکھا تھا کا نام عبدالغفور لاری کے بجائے عبدالغفور لاہوری لکھا ہے، حالانکہ یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

آنجا کہ فہم و دانش مرغ بود شکاری
بازیست تیز رفتار عبدالغفور لاری

اور یہ غلطی اس لیے در آئی ہے کہ "تذکرہ علمائے ہند" کے اردو ترجمے میں عبدالغفور لاہوری طبع ہوا ہے"۔ (صفحہ ۱۶)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے حوالے سے منسوب ایک غلطی تاریخی روایت اس طرح تردید فرماتے ہیں:

"عبدالحکیم سیالکوٹی کے رسالہ "الخاقانیہ" یا "الدرۃ الثمینہ" کے بارے میں لکھا ہے: ایک رسالہ در ثمین (کذا، الدرۃ الثمینہ) باری تعالیٰ کے ثبوت میں ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسے دربار شاہجہاں میں باریابی کے وقت بطور علمی تحفہ پیش کیا تھا" علامہ سیالکوٹی نے یہ رسالہ ۵ ربیع الآخر ۱۰۵۲ھ کو لکھنا شروع کیا اور ایک ہفتے میں مکمل کر دیا جب کہ اس سے پانچ برس پہلے بادشاہ ملا عبدالحکیم کو چاندی میں تلوا چکا تھا"۔ (صفحہ ۱۸)

ایک نقطے کے فرق سے کتاب کا نام بدل جانے اور اسے دو مختلف کتابوں کے نام سے پیش کرنے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"محمود جون پوری مؤلف "الشمس البازغہ" کے حالات "تذکرہ علمائے ہند اور "حدائق

الحنفیہ" سے اخذ کیے گئے ہیں۔ "حدائق الحنفیہ" میں جونپوری کی ایک تالیف "رسالہ اقسام نسواں میں" کا ذکر ہے، غالباً اسی رسالے کو "تذکرہ علمائے ہند" میں کتابت کی غلطی نے "دربیان زنان" کو "دربیان زبان" بنا دیا اور "تذکرہ علمائے ہند" کے اردو مترجم نے لکھ دیا: فارسی زبان میں مختصر سا ایک چہار ورقی رسالہ اقسام زبان کے بیان میں ہے۔

دونوں مآخذ میں مذکور کتابوں کو یکجا کرنے سے ایک ہی رسالہ "زبان" اور "زنان" کے بارے میں دو کتابچوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ (صفحہ ۱۹)

اس امر کا تذکرہ محققین بالخصوص درس نظامی سے وابستہ افراد کے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق حالات مصنفین و مؤلفین درس نظامی پر اردو زبان میں صرف چار کتابیں شائع ہوئی ہیں:

۱۔ "تذکرۃ المصنفین"، تالیف مولانا حبیب الرحمٰن مظاہری خیر آبادی، کرنیل گنج، کانپور، مکتبہ معارف ملی، جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ / اگست۔ ستمبر ۱۹۶۹ء

۲۔ "ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالات مصنفین درس نظامی" تالیف مولانا محمد حنیف گنگوہی، کراچی، دار الاشاعت، سن ندارد

۳۔ "تذکرہ مصنفین درس نظامی، تالیف ڈاکٹر سفیر اختر، لاہور، مسلم اکادمی، اشاعت اول، جون ۱۹۷۵ء

۴۔ "تذکرۃ المصنفین" تالیف مفتی محمد عثمان القاسمی، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، القاسم اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

آخر میں ضرورت تصنیف و تالیف کے حوالے سے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کی ہدایات ان ہی کے الفاظ میں پیش کرنا چاہیں گے:

"مفتی صاحب کی کاوش "تذکرۃ المصنفین" بازار میں ہے اور اہل علم نقد و نظر کے ترازو میں تول کر فیصلہ کریں گے کہ اس کاوش نے پہلے سے دستیاب کتابوں کی کتنی غلطیاں صاف کی ہیں کون سے نئے پہلو اجاگر کیے ہیں اور سوچ کے کون سے نئے در وا کیے ہیں۔ راقم الحروف کو کتاب کی اشاعت پر اس لیے خوشی ہے کہ ضلع اٹک کے ایک بزرگ عالم کی کاوش سامنے آگئی ہے۔ جو ایک دور کے علمی موضوع سے اہل قلم کی دلچسپیوں کا اظہار ہے"۔

ماضی قریب خصوصاً سلطنت مغلیہ کے اختتام تک ایک دور افتادہ گاؤں میں کسی عالم فاضل شخص کی موجودگی اچنبھے کا باعث نہ تھی بلکہ عام رواج یہی تھا کہ لوگ علم کے حصول کے لئے دور دراز سفر کی صعوبتیں

کتابیات: ادیب گوہر افشاں سید نور محمد قادری

سید محمد عبداللہ قادری

اشاعت: جون ۲۰۰۶ء، صفحات: ۴۴۰، قیمت: ۳۰۰ روپے

ناشر: کتاب خانہ ابن عبداللہ، چک ۱۵ شمالی، ڈاکخانہ چک ۔ ۱۵، ضلع منڈی بہاءالدین (پاکستان)

برائے رابطہ: سید محمد عبداللہ قادری، ۴۰ ایف۔ ۳۲۵ واہ کینٹ

تبصرہ نگار: محمد صادق امین

برداشت کر کے اہل علم کی خدمت میں پہنچتے اور اپنے علم کی پیاس بجھا کر واپس اپنے گاؤں قصبے یا شہر لوٹ جاتے اور علم کی بے بہا دولت متلاشیان علم میں تقسیم کرتے۔ گھر اور محلے کی مسجد ان کے درس و تدریس اور تحقیقی کاموں کا محور و مرکز ہوتے تھے۔ درس و تدریس اور علمی تحقیقات ان کا پیشہ ہرگز نہ تھے۔ وہ اکل حلال کے لئے زراعت، صنعت، تجارت وغیرہ جیسے پیشے اپناتے تھے۔ مگر جب سے درس و تدریس ایک پیشہ بن گیا ہے گو کہ مقدس پیشہ کہہ کر اس کی شناعت کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے سند یافتہ افراد کا رخ بڑے شہروں کی طرف ہو گیا ہے کیونکہ انہیں وہاں تدریس کا اچھا معاوضہ مل جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ درس و تدریس اور تحقیق کو پیشہ کہنا مناسب ہے؟ خیر اب تو معاملہ گورکھ دھندے تک پہنچ گیا ہے اور ایک پوری مفاد پرست تعلیمی مافیا وجود میں آ گئی ہے۔ جس نے درس و تدریس کو ایک ایسا کاروبار بنا دیا ہے جس میں منافع کی کوئی حد نہیں اور تحقیق میں جعل سازی اور علمی سرقے کو رواج دیکر، علم و تحقیق کی جو تھوڑی بہت آبرو باقی رہ گئی تھی وہ بھی خاک میں ملا دی۔ ماضی اور حال میں درس و تدریس کی روایات میں فرق کی منظر کشی ڈاکٹر وقار احمد زبیری نے ان الفاظ میں کی ہے:

''ہندوستان میں علم موجود تھا مگر برہمنوں تک چنانچہ وہی سب سے زیادہ ذی حیثیت لوگ تھے ہر جگہ نمایاں ہر جگہ اہم مگر مسلمانوں نے ''علم سب کے لئے'' عملاً نافذ کر دیا نہ کسی محکمے کی ضرورت پڑی نہ کسی وزارت کی اور اتنی بڑی مغل ایمپائر کسی نقص کے بغیر اس وقت تک چلتی رہی جب تک انگریزوں نے بھے جمائے نظام کو تہ و بالا نہ کر دیا۔ انگریزوں سے پہلے استاد ہی سب کچھ ہوتا تھا نہ طلبہ کی فیس ہوتی تھی نہ استاد کی تنخواہ ہوتی تھی دونوں کی کفالت جائیداد کی آمدنی سے ہوتی تھی جو مدرسے کے لئے وقف ہوتی تھی۔ انگریزوں نے تمام اوقاف ضبط کر کے استاد کو محکمہ تعلیم کا تنخواہ دار بنا دیا یعنی اب وہ کلاس لے رہا ہے

اور اس کو تنخواہ دی جا رہی ہے اس تبدیلی کا زبردست نقصان مسلمانوں کو ہوا کہ نصاب بنا کر بھیجا جاتا تھا اور مقررہ مدت میں ختم کرانا اور پھر امتحان کا یا قاعدہ نظام تو آ گیا مگر استاد کا اطمینان بیچ میں سے نکل گیا کہ یہ طالب علم واقعی اگلی جماعت کے لائق ہوا یا نہیں''۔ (کالم ''یہ میرا چمن ہے'' روزنامہ امت ۲۳ اگست ۲۰۰۶ء)

سید نور محمد قادری ماضی کی درخشاں روایات کے امین اور سلف کی طرز پر زندگی گزارنے والے ایک ایسے ہی بزرگ تھے جنہوں نے تحقیق کو پیشہ نہیں بنایا بلکہ اپنا گزر بسر زراعت کے پیشے سے کرتے رہے اور نہ صرف یہ کہ خود تصنیف و تالیف اور تحقیق کا کام کرتے رہے بلکہ ان کے گھر کے دروازے دیگر محققین کے لئے کھلے رہے اور یہ انکا خلوص تھا کہ جس کی وجہ سے ان کا دیہاتی پس منظر اور کتب خانے کی دور افتادگی علم و ادب کے متلاشیان کے راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

زیر نظر کتاب سید نور محمد قادری کی تحقیق اور علمی کاوشوں کا کتابیات کی صورت میں ایک مختصر سا جائزہ ہے جسے ان کے صاحبزادے سید محمد عبداللہ قادری نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابیات سید نور محمد قادری کی تمام شائع شدہ کتب، مقالات، دیباچوں، تبصروں اور خطوط پر مشتمل ہے۔ موضوعات کا تنوع ان کی علمی قابلیت اور گہرے مطالعہ کا غماز ہے ہو سکتا ہے کہ تخصص کے اس دور میں یہ تنوع بعض افراد کے لئے حیرت کا باعث ہو مگر جن کی تاریخ پر نظر ہے ان کے لئے یہ ماضی کا عملی نمونہ ہے۔ ویسے شعر و ادب رضویات اور اقبالیات ان کے خاص موضوعات ہیں۔ ان موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے محققین کے لئے یہ کتابیات نہایت مفید ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر سفیر اختر کے مقدمے نے اس کتابیات میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ انہوں نے اپنے خوبصورت تنقیدی اسلوب سے محترم سید نور محمد قادری کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو خوب اجاگر کیا ہے اس کتابیات کیساتھ مرحوم کی مختصر سوانح ہے اور مشاہیر کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ ان میں چند آراء پیش خدمت ہیں:

''محترم سید نور محمد قادری دیکھنے کو ان پڑھ دیہاتی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر ذرا کرید یئے تو کان جواہرات ثابت ہونگے''۔ (علامہ محمد حسین عرشی، صفحہ ۱۸)

''سید نور محمد قادری ضلع گجرات کے دور دست گاؤں کے رہنے والے ہیں اور تحصیل پھالیہ کے اس علاقے کے باسی، جہاں دور دور تک اردو اشعار کا ذوق کھلتا نظر نہیں آتا۔ میں نے قادری صاحب کو جب بھی دیکھا ہے، مجھے اقبال کا لالہ صحرائی یاد آ گیا ہے جسے اس کے جذبۂ پیدائی نے شاخ سے پھوٹنے

For Best & Clear Hearing

اب ہر آواز آپ کی پہنچ تک

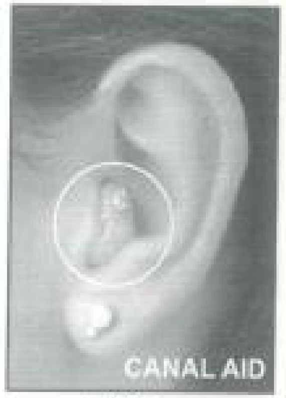

Artificial Eye

Before
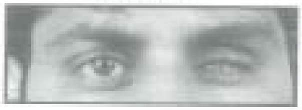

After
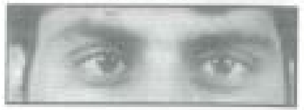

Special Offer

on purchase of any 2 Branded Frames
(get **FREE** 1 pair of contact lens)
on purchase of Siemens Hearing Aid
(get **FREE** 6 month service warranty + 6 Batteries
on purchase of 2 pair of contact lens
(get **FREE** solution)

Friends
Optical & Audiology Centre

Head Office:
Opp. K.M.C.
Before City Court
M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 2624611 & 22

Branch 1
Hotel Regent Plaza,
Main Entrance Parking,
Shahra-e-Faisal, Karachi.
Phone : 5631356 - 7

Branch 2
Karim Centre,
Nishter Road,
Multan.
Phone: 4576656

www.friendsoptical.com E-mail: info@friendsoptical.com

پر مجبور کر دیا۔ یہ جذبہ پیدائی خس و خار میں بھی موجود ہے لیکن زیادہ تر قابل تحسین وہی ہے جو لالہ و گل کی صورت میں نمایاں ہو"۔ (پروفیسر شریف کنجاہی، صفحہ ۱۸۔۱۹)

"کتابیں خرید کر جمع کرنے کا شوق بہت کم لوگوں کو ودیعت کیا گیا ہے اور جو اپنے ذاتی کتب خانے رکھتے ہیں وہ اس نعمت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانتے ہیں یہ ذوق صرف مشہور و معروف ہستیوں کو ہی نہیں بلکہ معمولی دیہات میں گم نام کسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ کے ایک دور دراز گاؤں چک۔ ۱۵ شمالی، ڈاکخانہ چک۔ ۵ میں ایک صاحب سید نور محمد زمیندار رہا کرتے ہیں انہوں نے تسکین شوق کی خاطر گھر میں ایک کتب خانہ بھی قائم کر رکھا ہے"۔ (سید قاسم محمود، صفحہ ۱۲)

"علامہ محمد اقبال کے متعلق ان کے تحقیقی مقالات یقیناً بہت قابل قدر ہیں۔ بہت سے اقبال شناسوں اور اقبال انڈسٹری کے ٹھیکیداروں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ سید صاحب محترم کوئی امیر آدمی نہیں ہیں پھر بھی اپنے محدود وسائل سے جو کام انہوں نے کیا ہے، اس کا معیار خاصا بلند ہے"۔

(خورشید احمد خان، صفحہ ۲۰)

....